آقائے نامدار ﷺ کو کی گئی نصیحت لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ کے معنی اور مفہوم

آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ سے قرآنِ مجید کی سورۃ الحجر کی آیت ۸۸ کی ابتدا میں ارشاد فرمایا:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

''آپ (ﷺ) نہ اپنی آنکھیں بچھائیں ان میں سے ایسے گروہ کیلئے جنہیں ہم نے مال ومتاع دیا ہے اور نہ ان کیلئے غم کریں''

آقائے نامدار ﷺ کو دیئے گئے اس فرمان کا ترجمہ، مفہوم، تفسیر چند قدیم تفاسیر کے مواد ہی کو اپنی زبان اور انداز میں دہراتے ہوئے کچھ یوں ہے:

[ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی۔ قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔ سعودی عرب]

'آپ ہرگز اپنی نظریں اس چیز کی طرف نہ دوڑائیں، جس سے ہم نے ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو بہرہ مند کر رکھا ہے نہ ان پر افسوس کریں'

[ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ کنز الایمان فی ترجمة القرآن]

''اور اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ''

Yusuf Ali: Strain not thine eyes (wistfully) at what We have bestowed on certain classes of them nor grieve over them:

Pikthal: Strain not thine eyes toward that which We cause some wedded pairs among them to enjoy, and be not grieved on their account,

F. Malik: Do not look at the worldly wealth which We have given to different people among them, nor grieve at their condition.

[Reference Computer CD "Alim" ISI Software Corp. U.S.A]

اور آیت مبارکہ کے آخر میں فرمایا وَٱخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ٥ اس کا ترجمہ اور مفہوم یہ بیان کیا ہے:

''اور مومنوں کیلئے اپنا بازو جھکائے رہیں''۔ ''اور مسلمانوں کو اپنی رحمت کے پروں میں لے لو''

"but lower thy wing (in gentleness) to the Believers".

آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ سے قرآنِ مجید کی سورۃ طٰہٰ کی آیت ۱۳۱ کی ابتدا میں اسی موضوع پر فرمایا:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ

'اور آپ (ﷺ) اپنی آنکھیں نہ بچھائیں ان میں سے ایسے گروہ کیلئے جنہیں ہم نے دنیا کی خوشحالی دی ہے تاکہ انہیں اس میں آزمائیں'

اس کا ترجمہ، مفہوم، تفسیر بیان کرنے کا رواج بھی یوں ہے:

''اور اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش دنیا کی دے رکھی ہیں تاکہ انہیں اس میں آزمالیں''

''اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کیلئے دی ہے جتنی دنیا کی تازگی کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں''

Yusuf Ali: Nor strain thine eyes in longing for the things We have given for enjoyment to parties of them the splendor of the life of this world through which We test them:

Pikthal: And strain not thine eyes toward that which We cause some wedded pairs among them to enjoy, the flower of the life of the world, that We may try them thereby.

[Reference Computer CD "Alim" ISI Software Corp. U.S.A]

سورۃ طٰہٰ کی آیت مبارکہ ۱۳۱ کے آخر میں فرمایا وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ؀ اس کا ترجمہ اور مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے:

''تیرے رب کا دیا ہوا بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے''۔ ''اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا ہے''

Yusuf Ali: "but the provision of thy Lord is better and more enduring".

آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کو دیئے گئے فرمان کا بیان کردہ انداز میں ترجمہ و مفہوم و تفسیر نہ تو آیات مبارکہ کے الفاظ سے کوئی مناسبت رکھتا ہے اور نہ سیاق و سباق اس قسم کا اشارہ دیتے ہیں۔ قدیم اور جدید مفسرین اور مفکرین کیلئے بلاشبہ ادب کے جذبات ہونا چاہئے لیکن جب اللہ تعالیٰ اور آقائے نامدار ﷺ کے ادب کی بات ہو تو دوسروں کے ادب کی اہمیت اور حیثیت ثانوی ہو جاتی ہے۔ اور ویسے بھی مفسرین، مفکرین اور اہل علم کی کسی بات سے ثبوت اور دلیل سے اختلاف کرنا بے ادبی کے زمرے میں نہیں آتا۔ علامہ غلام احمد پرویز نے لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ کے معنی اور مفہوم اپنی تصنیف ''لغات القرآن'' میں [خا کم بدہن] یوں لکھے ''تو اپنی آنکھوں کو (اس طرف) مت بڑھا یعنی ان چیزوں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے مت دیکھ''

[یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ سے ان الفاظ کو دہرانے کی گستاخی کیلئے معافی اور رحم کا طلبگار ہوں۔ آپ ﷺ کا اور میرا رب جانتا ہے کہ اس مطالعہ کا مقصد بات کو سمجھنا اور سمجھانا ہے]۔

سوال یہ ہے کہ میرے اور آپ کے آقا، آقائے نامدار ﷺ نے متاع دنیا کو کبھی درخور اعتناء سمجھا ہی نہیں تو پھر اللہ رب العزت ان سے یہ کیوں کہے گا کہ ''دنیا کے مال و متاع پر نگاہیں نہ دوڑائیں''؟ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ کے مروجہ معنی اور مفہوم کو قرآنِ مجید

نے یہ اطلاع دے کر پہلے ہی سے غلط ثابت کیا ہوا ہے

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنَىٰ ﴿٨﴾

اس نعمت کیلئے فرمایا ''اور ہم نے آپ کو تنگ دست پایا اس لئے بے نیاز (غنی) کردیا''۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾

''اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیا کریں'' (الضحیٰ ۸،۱۱)۔

أَغْنَىٰ کا مادہ ''غ ن ی'' ہے جس کے معنی حاجات سے بے نیازی، آسودگی، خوش حال، تونگر۔ کیا آپ کے عقل وفہم اس بات کو تسلیم کر سکتے ہیں کہ کسی غنی سے یہ بھی کہا جاسکے کہ دوسروں کے مال ومتاع پر نگاہ نہ رکھے؟ میرے آقا پر درود وسلام ہے ہر لحہ۔

آقائے نامدار رسول کریم ﷺ کے قلب مبارک کی وسعتوں اور قوت برداشت ہی کے شایان شان تھا کہ کتاب مبین، کتاب لاریب، قرآنِ مجید نازل ہو۔ پہاڑوں کی وسعت اور قوت بھی اس قابل نہ تھی کہ قرآنِ مجید کے نزول کے بوجھ کو برداشت کرنے کی سکت رکھتے، اللہ کے خوف سے وہ ریزہ ریزہ ہوجاتے (حوالہ الحشر۔۲۱)۔ آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کے سینہ مبارک کیلئے خود قرآنِ مجید کسی اضطراب، پریشانی، بے چینی، کبیدگی، غم کا سبب نہیں ہے بلکہ ان کے مبارک سینے کا دکھ اور غم لوگوں کے اس انجام کی بنا پر ہے جو ایمان نہ لانے کی وجہ سے انہیں پیش آنا ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنی خوشی اور مرضی سے اپنے اوپر رحمت کو واجب کیا ہے۔ اور پھر اپنی رحمت کو مجسم فرما کر رحمت للعالمین ﷺ کے روپ میں کائنات کی نظروں کے سامنے بھی لے آیا۔ اور قرآنِ مجید نے جن اٹل حقیقتوں کو واضح اور کھول کر بیان کیا اور انسانوں کو پیش آنے والے ہولناک انجام کو جانتے ہوئے رحمت للعالمین ﷺ کا سینہ اس وقت غم سے بھر بھر جاتا ہے جب اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ سورۃ الکہف کی آیت ٦ میں فرمایا

فَلَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا۟ بِهَٰذَا ٱلْحَدِيثِ أَسَفًا ﴿٦﴾

''آپ (ﷺ) تو شاید ان کے پیچھے لگ کر اپنے آپ کو رنج وغم سے ہلاک کرلیں گے اگر وہ اس کلام (قرآنِ مجید) پر ایمان نہ لائے''

لَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا۟ مُؤْمِنِينَ ﴿٣﴾

''شاید آپ (ﷺ) اپنے آپ کو ہلاک کرلیں گے کہ (اس غم سے کہ کتاب مبین کی آیات پر) وہ ایمان نہیں لاتے''۔

اور ان کی تشفی کیلئے فرمایا

إِن نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ ءَايَةً فَظَلَّتْ أَعْنَٰقُهُمْ لَهَا خَٰضِعِينَ ﴿٤﴾

''(آپ ان کا غم نہ کریں) اگر ہم چاہیں تو ہم ان پر آسمان سے کوئی نشان اتار دیں جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک کر رہ جائیں۔

وَمَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّنَ ٱلرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُواْ عَنْهُ مُعْرِضِينَ ﴿٥﴾

مگران کے پاس رحمٰن کی طرف سے ذکر میں جو بھی نئی بات (آیت) آئی ہے وہ اس سے اعراض برتتے ہیں'' (الشعراء۔۳۔۵)۔

مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا ٱسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٢﴾

''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ''ذکر'' میں سے جو بھی نصیحت سامنے آتی ہے اسے وہ کھیل سمجھ کر سنتے ہیں

لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ

ان کے دل کسی اور ہی خیال میں ہوتے ہیں'' (حوالہ الانبیاء۔۲۔۳)۔

آقائے نامدار علیہ السلام سے فرمایا

مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ ﴿٢﴾

''ہم نے آپ (علیہ السلام) پر یہ قرآن (مجید) اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ تکلیف میں پڑ جائیں

إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ﴿٣﴾

یہ تو ایک نصیحت، یاد دہانی ہے اس کیلئے جو ڈرتا ہے'' (طٰہٰ۔۲۔۳)

یہ کوفت، تکلیف کس بناء پر اور کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ کے اس کے متعلق فرمان پڑھنے سے سمجھ آجائے گی:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿٩٧﴾

''اور ہم یقیناً جانتے ہیں کہ آپ (علیہ السلام) کا سینہ اس پر جو لوگ کہتے ہیں آزردہ اور پُر ملال ہوتا ہے''۔ (الحجر۔۹۷)

وَٱصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِٱللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِى ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٧﴾

''اور آپ (علیہ السلام) صبر کریں اور آپ کا صبر اللہ کی توفیق سے ہے۔ اور ان کا غم نہ کریں

اور ان کے مکر و فریب سے آزردہ اور پُر ملال نہ ہوں''۔ (النحل۔۱۲۷)

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُن فِى ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿٧٠﴾

''اور (اے رسولِ کریم علیہ السلام) آپ ان کیلئے غمگین نہ ہوں، اور ان کے مکر و فریب سے آزردہ اور پُر ملال نہ ہوں''۔ (النمل۔۷۰)

ضَيْقٍ (مادہ ''ض ی ق'') کے معنی تنگ ہو جانا ہیں۔ قلب سلیم اور دوسروں کا درد رکھنے اور بھلائی کے خواہشمند کیلئے اہلِ ثروت کی جھوٹی باتیں اور ان کے مکر و فریب سینے میں گھٹن کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ ان باتوں سے رنجیدگی، آزردگی اور ملال کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آقائے نامدار علیہ السلام کے قلب مبارک کی تشفی اور اطمینان کیلئے ان باتوں کے بارے میں حقائق اور وضاحتیں بیان فرما دیتے ہیں جو ان کیلئے کبیدگی، ملال اور غم کا باعث بنتی ہیں۔ آقائے نامدار رسولِ کریم علیہ السلام کو دنیاوی آسودگی اور خوشحالی کے حوالے

سے بعض انسانوں کی نفسیات کے متعلق یوں بتایا گیا۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ﴿٩﴾

''اور اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت کا مزا چکھائیں پھر اسے اس سے چھین لیں، بیشک وہ مایوس اور ناشکرا ہے۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۚ إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ﴿١٠﴾

اور اگر ہم اسے تکلیف کے بعد آسودگی کا مزا چکھادیں تو وہ کہہ دے گا ''تکلیفیں مجھ سے جاتی رہیں''۔

بیشک وہ اترانے والا، شیخی بگھارنے والا ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١١﴾

سوائے ان لوگوں کے جو صبر کرتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں۔انہی کیلئے بخشش اور بڑا اجر ہے'' (ھود۔۹۔۱۱)

آقائے نامدار ﷺ کو انسان کی عام نفسیات یہ بتائی کہ تکلیف کے بعد آسودگی پانے پر اترانے اور شیخی بگھارنے لگتا ہے اور اس رویئے سے اجتناب کرنے والے صرف وہ ہوتے ہیں جو صبر اور اچھے اعمال پر کاربند لوگ ہیں۔انسان کے انجام کے متعلق مغموم ہونے والے کیلئے اس خبر میں بھی پریشان اور فکر مند ہونے کا خدشہ موجود ہے۔اللہ رب العزت نے آقائے نامدار ﷺ کیلئے اس بات کے موجب پریشانی نہ بننے کیلئے بتایا

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَن يَقُولُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ كَنزٌ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ ۚ إِنَّمَا أَنتَ نَذِيرٌ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿١٢﴾

''شاید آپ کا سینہ اس سبب سے پریشانی، فکر محسوس کرے کہ (آسودہ حال ہونے پر انسان) اس میں سے بعض کو چھوڑ دے گا جو آپ (ﷺ) کی طرف وحی کیا جاتا ہے اور اس لئے بھی کہ (آسودہ حال لوگ) یہ نہ کہہ دیں ''کیوں ان پر کوئی خزانہ نہیں اترا، یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ آیا؟''۔(اس بات سے آپ کیوں فکر مند ہوں؟)

بیشک آپ (ﷺ) تو سوائے اس کے (ذمہ دار) نہیں کہ خبردار کرنے والے ہیں۔،اور اللہ ہی ہر شئے پر نگران ہے'' (ھود۔۱۲)

یہ طے شدہ اصول ہے کہ کسی بھی کتاب کے دوسری زبان میں معنی اور مفہوم بیان کرتے ہوئے اُس کتاب میں کہی گئی بات کو اسی کتاب کے سیاق وسباق اور زیر بحث نکتے کو نگاہ میں رکھا جاتا ہے۔ کسی خطبے، تقریر، فرمان، عدالتی فیصلے میں سے کسی ایک جملے کو الگ کر کے پڑھا جائے تو اس کے معنی اور مفہوم اس سے مختلف ہو سکتے ہیں جو اس جملے کو اس خطبے، تقریر، فرمان، عدالتی فیصلے کے اندر رکھ کر پڑھنے سے اخذ ہوتے ہیں۔ زیر مطالعہ آیات میں انسان کی نفسیات اور روش یہ بتائی ہے کہ خوشحالی کے بعد اگر اسے بدحالی پیش آجائے تو مایوسی کا

شکار ہو جاتا ہے۔خوشحالی کے بعد بدحالی میں مایوس ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ خوشحالی کے دوران ناشکرا تھا۔اور اگر بدحالی کے بعد خوشحال ہو جائے تو اترانے اور شیخی بگھارنے لگتا ہے۔اور بتایا کہ دونوں طرح کی صورتحال میں ان کیفیات سے صرف وہ لوگ بچ پاتے ہیں جو (بدحالی میں) صبر کرتے اور (خوشحالی میں بھی) صالح عمل کرتے ہیں۔یہ انسان نہ مایوس ہوتے ہیں اور نہ ہی چھچھورے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے شیخی بگھارتے ہیں۔اور رسولِ کریم ﷺ سے کہا

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهِۦ صَدْرُكَ أَن يَقُولُوا۟ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ كَنزٌ یہاں حرف ''ف'' سے واضح ہے کہ یہ بات بھی اس سے قبل زیر بحث موضوع سے متعلق ہے اور اسی کا شاخسانہ ہے۔ معاشی طور پر بدحال انسان کسی دوسرے کو خزانے نہ ملنے کا طنز نہیں کرتا۔ کسی دوسرے کی کہی ہوئی بات کو چھوڑنے ،ردکرنے اور اس سے اجتناب برتنے کیلئے اس قسم کی بات امیر اور معاشی طور پر خوشحال انسان کہتے ہیں کہ اگر نصیحت کرنے والے کی بات اتنی ہی وزن دار ہوتی تو اسے خزانے کیوں نہ دیئے جاتے۔ آقائے نامدار ﷺ کے اطمینان کیلئے بتا دیا گیا کہ اگر کوئی آسودہ حال ہونے پر نازل کردہ میں سے بعض باتوں کو ترک کردے گا تو آپ کے ذمہ تو خبردار کرنا ہی ہے اور اس پر ہر وقت کیلئے نگران نہیں ہیں۔

آقائے نامدار ﷺ کیلئے آسودہ حال لوگوں کی جو باتیں کبیدگی کا باعث بن سکتی تھیں ان لوگوں کے کہنے سے قبل ہی انہیں مطمئن کر دیا گیا تھا۔اور پھر اہل ثروت نے وہ باتیں کہہ بھی دیں

وَقَالُوا۟ مَالِ هَـٰذَا ٱلرَّسُولِ يَأْكُلُ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشِى فِى ٱلْأَسْوَاقِ ۙ

''اور وہ کہتے ہیں ''یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے

لَوْلَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُۥ نَذِيرًا ۝

ایسا کیوں نہیں ہوا کہ اس کی طرف کوئی فرشتہ اتارا جاتا جو اس کے ساتھ ہو کر ڈراتا

أَوْ يُلْقَىٰٓ إِلَيْهِ كَنزٌ

یا اس پر کوئی خزانہ اتارا جاتا'' (الفرقان۔۷،۸ کی ابتدا)۔

قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِى خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ إِنِّى مَلَكٌ ۖ

''آپ (ﷺ) ان سے کہیں ''میں تو تم سے یہ کہتا ہی نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔

نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں'' ۔(حوالہ الانعام۔۵۰)۔

زمان میں اہل ثروت کی ہمیشہ سے یہی پُر فریب باتیں اور بہانے ہیں۔نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے باحثیت لوگوں سے کہا تھا

وَلَآ أَقُولُ لَكُمۡ عِندِي خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ وَلَآ أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ (حوالہ ھود۔۳۱)

''اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں''

اور رسولِ کریم ﷺ سے فرمایا

وَأَنذِرۡ بِهِ ٱلَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحۡشَرُوٓاْ إِلَىٰ رَبِّهِمۡ

''اور آپ (ﷺ) اس (قرآنِ مجید) کے ذریعہ ان لوگوں کو خبردار کریں جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں

کہ اپنے رب کے سامنے اکٹھے کئے جائیں گے'' (حوالہ الانعام۔۵۱)۔ اور نصیحت فرمائی

وَلَا تَطۡرُدِ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ رَبَّهُم بِٱلۡغَدَوٰةِ وَٱلۡعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجۡهَهُۥ (حوالہ الانعام۔۵۲)

''اور آپ (ﷺ) ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کریں جو اپنے رب کی رضامندی کا قصد رکھتے ہوئے صبح وشام اس کو پکارتے ہیں''

آقائے نامدار ﷺ کو دی گئی اس نصیحت کی غرض وغایت، مقصد اور مفہوم الکھف کی آیت ۲۸ سے کھل کر واضح ہو جاتا ہے

وَٱصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ رَبَّهُم بِٱلۡغَدَوٰةِ وَٱلۡعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجۡهَهُۥ

''اور اپنے آپ کو صبر دیں ان لوگوں کی معیت پر جو اپنے رب کی رضامندی کا قصد رکھتے ہوئے صبح وشام اس کو پکارتے ہیں''

آسودہ حال لوگوں کی اس نادانی کو اجاگر کیا گیا ہے کہ رسولوں سے ایسے سوال کرتے رہے ہیں جن کا انہوں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ کسی پر تنقید، طنز اور سوال ہمیشہ اس حوالے سے ہوتا ہے جس کا وہ دعویٰ کرے۔ جب کوئی خزانوں کا مالک ہونے کا دعویٰ ہی نہ کرے تو اسے اس کی معاشی حیثیت کا جتلانا چہ معنی دارد۔ اور جب وہ فرشتہ ہونے کا دعویٰ ہی نہ کریں تو یہ کہنا حماقت اور نادانی کے علاوہ کیا کہلائے گا کہ ان کے ساتھ فرشتے نہیں اترے۔ معاشرے کے مقتدر اور خوشحال لوگ یہ نادانی اور حماقت والی باتیں عوام الناس کو بے وقوف بنانے کیلئے کرتے ہیں۔ اسے حربے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ آئیں فرعون کو یہ حرکت کرتے ہوئے دیکھتے ہیں:

وَنَادَىٰ فِرۡعَوۡنُ فِي قَوۡمِهِۦ قَالَ يَٰقَوۡمِ أَلَيۡسَ لِي مُلۡكُ مِصۡرَ وَهَٰذِهِ ٱلۡأَنۡهَٰرُ تَجۡرِي مِن تَحۡتِيٓۚ أَفَلَا تُبۡصِرُونَ ﴿۵۱﴾ أَمۡ أَنَا۠ خَيۡرٌ مِّنۡ هَٰذَا ٱلَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ﴿۵۲﴾

''اور فرعون نے اپنی قوم سے خطاب/اعلان کیا، کہا ''اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت اور یہ نہریں جو میرے پائیں بہتی ہیں میری نہیں؟ کیا تم دیکھتے نہیں؟ کیا میں اس شخص سے بہتر نہیں جو صاحب حیثیت نہیں اور فصیح البیانی کے قریب نہیں۔ (الزخرف۔۵۱۔۵۲)

فَلَوۡلَآ أُلۡقِيَ عَلَيۡهِ أَسۡوِرَةٌ مِّن ذَهَبٍ أَوۡ جَآءَ مَعَهُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ مُقۡتَرِنِينَ ﴿۵۳﴾

(اگر وہ رسول ہے) پھر ایسا کیوں نہیں کہ اسے سونے کے کنگن دیئے جاتے یا فرشتے اس کے ساتھ پرا باندھ کر آتے'' (الزخرف۔۵۳)

فَٱسْتَخَفَّ قَوْمَهُۥ فَأَطَاعُوهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ قَوْمًا فَـٰسِقِينَ ﴿٥٤﴾

''یوں فرعون نے اپنی قوم کی عقل ماردی اورانہوں نے اس کی بات مان لی۔ بے شک وہ بدکار لوگ تھے''۔ (الزخرف۔۵۴)

وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُۥ وَمَا هَدَىٰ ﴿٧٩﴾

''اور فرعون نے اپنی قوم کو بھٹکایا اور راہ نہ دکھائی''۔(طٰہٰ۔۷۹)

معاشرہ بنیادی طور پر معاشی اور سیاسی طور پر دبے ہوئے کمزور لوگوں اور مضبوط معاشی و سیاسی حیثیت رکھنے والے طبقے میں منقسم ہوتا ہے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش ہے کہ معاشرے کے آسودہ حال اور دوسرے طبقات ایمان لے آئیں اور ہولناک انجام سے بچ جائیں۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیاوی حیثیت سے قطع نظر ہر انسان کیلئے فکرمند ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

''آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نہ اپنی آنکھیں بچھائیں ان میں سے ایسے گروہ کیلئے جنہیں ہم نے مال و متاع دیا ہے اور نہ ان کیلئے غم کریں''

وَٱخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

''اور مومنین کیلئے دستِ شفقت و حفاظت رکھیں''۔ (الحجر۔۸۸)۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا

''اور آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اپنی آنکھیں نہ بچھائیں ان میں سے ایسے گروہ کیلئے جنہیں ہم نے دنیا کی خوشحالی دی ہے

لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝

تاکہ انہیں اس میں آزمائیں (انہیں یہ بتائیں) اور تیرے رب کا رزق زیادہ بہتر اور زیادہ دیرپا ہے'' (سورۃ طٰہٰ۔۱۳۱)

متاع دنیا سے بہتر کے متعلق بتانے کیلئے کہا قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ ۚ ''آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہیں ''کیا میں تمہیں ان سے بہتر (چیزیں) بتاؤں؟'' (حوالہ آلِ عمران۔۱۵) قرآنِ مجید کی آیات مبارکہ کا ترجمہ اور مفہوم بیان کرتے ہوئے قوسین میں صرف وہ بات لکھنی چاہئے جو دوسرے مقام پر قرآنِ مجید میں موجود ہو ورنہ وہ مترجم اور مفسر کا محض خیال تصور ہوگا، قرآنِ مجید کا بیان نہیں۔

آیات مبارکہ میں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انسانوں کے دو گروہوں سے جو روش اور رویہ رکھنا چاہئے اس کی بابت نصیحت فرمائی گئی ہے۔ اگر آپ مجھ سے یوں کہیں ''نورانی صاحب! اہل ثروت کے مال و متاع کو للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھیں اور نہ ان کیلئے غم کریں اور اپنے مسلمان بھائیوں پر دست شفقت رکھیں''، تو آپ خود سوچیں کہ آپ کی یہ بات سن کر کوئی دوسرا آپ کی ذہنی کیفیت کے متعلق کیا کہے گا۔ آپ کی مجھ سے کہی ہوئی بات تضاد کا مجموعہ ہے۔ آپ بتائیں جو شخص کسی کیلئے رنجیدہ اور غم میں مبتلا ہو کیا وہ اس کے مال و متاع پر

للچائی ہوئی نظریں ڈال سکتا ہے؟ آپ مجھے نصیحت کر رہے ہیں لیکن مال ومتاع کے تقابل میں انسانوں کے ایک دوسرے گروہ سے رویئے کے متعلق بیان کر رہے ہیں۔

تَمُدَّنَّ کا مادہ ''م دد'' ہے۔ وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ ''اور اسی اللہ نے زمین کو پھیلایا''۔ مَدَّ کا مادہ ''م دد'' ہے اور اس کے بنیادی معنی کسی چیز کو لمبائی میں کھینچنا اور کسی چیز کا دوسری سے طول میں ملے ہوئے ہونا، بچھانا اور پھیلانا ہیں۔ سورۃ الحجر کی آیت ۱۹ اور سورۃ قٓ کی آیت ۷ میں بھی بتایا وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا ''اور زمین کو ہم نے پھیلایا ہے''۔ تَمُدَّنَّ کا مفہوم زمین کے متعلق اس حقیقت سے واضح ہو جائے گا وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ ''اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھی ہوئی (وسیع اور پھیلی ہوئی) بنایا ہے'' (سورۃ نوح آیت ۱۹)۔ بِسَاطًا کا مادہ ''ب س ط'' ہے اور اس کے معنی ہیں پھیلانا، نشر کرنا، توسیع کرنا۔ آقائے نامدار، رسول کریم ﷺ سے فرمایا کہ ایسے لوگوں کیلئے آنکھیں بچھائیں اور نہ ان کیلئے غم کریں جنہیں دنیاوی مال ومتاع سے نواز رکھا ہے۔ آیات مبارکہ میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دنیاوی مال ومتاع سے نواز رکھا ہے لیکن ایمان نہیں لائے اور ان کے مقابل دوسرا گروہ اہل ایمان کا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کے غم کا سبب بننے والے وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ کے بالمقابل جس کیفیت سے باز رہنے کی تلقین فرمائی وہ یہ ہے وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ ''اور نہ ہی ان کا غم کر''۔ جن کے بارے میں یہ کہا جائے وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ تو ان ہی کے سلسلے میں لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ کے معنی اور مفہوم یہ نہیں بنتا کہ ان کے مال ودولت پر نگاہ نہ ڈال بلکہ ''م دد'' کے بنیادی معنی کسی چیز کو لمبائی میں کھینچنا کو مدنظر رکھتے ہوئے آنکھوں کو کھینچنا کا مفہوم دونوں آنکھیں (عَيْنَيْكَ) بچھانا ہی بنتا ہے۔ ماہرین لسان کوشش کر کے دیکھ لیں اور بتائیں کہ کیا کھینچ تان کر بھی لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ کے معنی اور مفہوم یہ بنائے جا سکتے ہیں ''نظریں دوڑانا، نگاہ ڈالنا، لالچ سے دیکھنا''؟ آقائے نامدار ﷺ پر درود وسلام ہے ہر لمحہ صبح وشام۔

آقائے نامدار ﷺ کی خواہش ہے کہ معاشرے کے تمام طبقات ایمان لے آئیں اور ہولناک انجام سے بچ جائیں۔ آقائے نامدار ﷺ دنیاوی حیثیت سے قطع نظر ہر انسان کیلئے فکرمند ہیں۔ دنیاوی طور پر صاحب حیثیت لوگوں کو یہ جواب دیا ''آپ (ﷺ) ان سے کہیں ''میں تو تم سے یہ کہتا ہی نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں''۔ اور قرآنِ مجید کے ذریعے خبردار کرنے کیلئے کہا لیکن اللہ کی خوشنودی چاہنے والوں کو اپنے قریب رکھنے کا کہا (حوالہ الانعام۔ ۵۲،۵۰)۔ اور سورۃ الکہف کی آیت ۲۷ میں فرمایا

وَٱتۡلُ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَۖ

''اور (اے رسول کریم ﷺ!) تیرے رب کی کتاب میں جو تیری طرف وحی کیا گیا ہے اسے (من وعن ہر ایک کو) سنا دیں''۔

لوگ دو طرح کے ہیں

وَٱصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ رَبَّهُم بِٱلۡغَدَوٰةِ وَٱلۡعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجۡهَهُۥۖ

''اور اپنے آپ کو صبر دیں ان لوگوں کی معیت پر جو اپنے رب کی رضا مندی کا قصد رکھتے ہوئے صبح وشام اس کو پکارتے ہیں۔

وَلَا تَعۡدُ عَيۡنَاكَ عَنۡهُمۡ تُرِيدُ زِينَةَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۖ

اور اپنی دونوں آنکھیں اِن سے دور نہ کریں کہ اُن کیلئے تگ و دو کریں جنہیں دنیاوی زندگی کی رونق دی گئی ہے''۔

آیت مبارکہ وَٱصۡبِرۡ نَفۡسَكَ سے شروع ہوئی ہے۔ نفس کو صبر پر مائل کرنے کی ضرورت اس وقت محسوس ہوتی ہے جب اس پر غم کا غلبہ ہو۔ منفی خواہش یا خواہش کی عدم تسکین غم پیدا کرنے کا موجب نہیں ہوتی۔ منفی خواہش کی عدم تسکین جس انتہائی کیفیت کو جنم دے سکتی ہے وہ مایوسی ہے غم نہیں۔ آقائے نامدار ﷺ کو ان لوگوں کے ایمان نہ لانے پر ان کا غم ہے جنہیں مال و دولت یعنی زِينَةَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا دنیا کی زینت سے نوازا گیا ہے۔ ان صاحب ثروت لوگوں کیلئے تگ و دو کی خاطر (تُرِيدُ مادہ ''رود'' اور اس کے بنیادی معنوں میں کسی کام کیلئے حرکت اور تگ و دو کا تصور نمایاں رہتا ہے) اُن لوگوں سے وَلَا تَعۡدُ عَيۡنَاكَ عَنۡهُمۡ آنکھیں دور نہ کرنے کی نصیحت کی گئی جو اپنے رب کی رضا مندی کا قصد رکھتے ہوئے صبح وشام اس کو پکارتے ہیں۔ ان تمام باتوں کا مقصد اور حقیقت وہی ہے کہ آقائے نامدار رحمت للعالمین ﷺ کے قلب مبارک کو ڈھارس دی جائے۔ ان کے غم کو خفیف کیا جائے۔ چاہے امراء ہوں چاہے قریش مکہ کے سردار ہوں چاہے اہل کتاب ہوں اور چاہے ان کی ذات اقدس سے بغض اور کینہ رکھنے والے منافقین میرے آقا کے قلب مبارک کی عجیب شان ہے کہ تمام کیلئے غمزدہ ہوتا ہے کہ ایمان نہ لانے کی بنا پر آخر آگ میں جلیں گے۔ اور سبحان اللہ تمام حمد اللہ کیلئے ہے کہ انداز بدل بدل کے رسولِ کریم ﷺ کے دل کی تشفی کا سامان کرتا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ پر درود وسلام ہے ہر لمحہ صبح وشام۔ اور آقائے نامدار ﷺ سے فرمایا کو سب کو بتا دیں:

وَقُلِ ٱلۡحَقُّ مِن رَّبِّكُمۡۖ فَمَن شَآءَ فَلۡيُؤۡمِن وَمَن شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡۚ

''اور آپ (ﷺ) کہیں ''یہ ٱلۡحَقُّ تمہارے رب کی طرف سے ہے،

اس لئے تم میں سے جو چاہے مان لے اور جو چاہے انکار کر دے'' (حوالہ الکہف۔۲۹)

امیر اور غریب، صاحب ثروت، مقتدر اور دبے ہوئے طبقے، پیغام سب کیلئے یکساں ہے۔ جو چاہے مان لے اور جو چاہے انکار کر دے۔